Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.112, 2018, pp 119 - 129

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد۳۹، جولائی۔ستمبر۲۰۱۸ء، شمارہ۱۱۲

''اردو لغت نویسی مسائل اور مباحث''

☆وسیمہ فردوس☆ ☆ڈاکٹر گلشن طارق

Abstract:

Written language is a way of cimmunication of feeling and is used to express ideas and feelings. It gives human being a title of social animal. Language transforms with time. It is composed of words. Words are powerful tools. Every word has specific meaning wich is used in specific aspect, for this purpose Urdu dictionary is being used. Urdu dictionary refined the Urdu language from persian and dictionary is an art because it requires expertise and knowledge to use. In 19th century important work was done on it. Main theme of Urdu dictionary is to provide you with appropriate experession usage and meaning of words.

ہر شخص بات چیت یا اپنی تحریروں کے ذریعے اپنے خیالات، جذبات اور اپنی دوسری معاشرتی، معاشی ضروریات اور اغراض و مقاصد کو دوسرے انسانوں تک پہنچانے کی فطری صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو حیوان ناطق بھی کہا جاتا ہے۔ لوگ اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری زبانوں پر مہارت حاصل کر کے ان زبانوں کو بھی اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ دراصل زبان کوئی سی بھی ہو، کبھی ایک جیسی حالت یا شکل میں برقرار نہیں رہتی ہے۔ بلکہ اس میں وقت گزرنے کے ساتھ، بدلتے حالات، نئے تقاضوں اور انسان کے ذہنی و ثقافتی ارتقا کے ساتھ صوتی، معنویاتی، صرفی اور نحوی حیثیت۔ میں کسی بھی قسم کی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔

☆ ریسرچ سکالر پی ایچ۔ڈی اردو، لاہور گریژن یونیورسٹی، لاہور۔
☆☆ ڈین فیکلٹی آف لینگویجز، لاہور گریژن یونیورسٹی، لاہور۔

اردو قواعد و لغت ایسا موضوع ہے جس پر آج تک بہت کچھ لکھا اور شائع کیا گیا۔ ہندوستان میں فارسی زبان کے عروج اور اردو کی ابتدا کا زمانہ نئی سیاسی سرگرمیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ سولھویں صدی عیسوی ہی سے ہندوستان یورپی، سیاحوں، مذہبی مبلغوں، تاجروں اور سیاست کاروں کی نظر میں آ چکا تھا۔ یورپی اقوام کی آمد سے ہی اس طرح ترسیل خیالات کا مسئلہ محسوس کیا گیا تھا، اس مسئلے کے حل کے لیے یورپیوں نے بھی مسلمانوں ہی کی طرح اپنی ضروریات کو مدنظر رکھ کر ابتدائی فرہنگیں تیار کیں۔

اردو لغت نویسی کی تاریخ کم و بیش ساڑھے تین سو سال کے عرصے پر پھیلی ہوئی ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی سے دولسانی اور سہ لسانی بے شمار مختصر اور ضخیم لغات کی موجودگی کے بارے میں معلومات ملتی رہی ہیں۔ ان سب کے مؤلف یورپین مستشرقین تھے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں اردو لغت نویسی پر باقاعدہ توجہ دی گئی۔ جان شیکسپیئر کا ہندوستانی انگریزی لغت ۱۸۱۷ء میں سرفہرست ہے۔ اس کے بعد ڈنکن فاربس کا مبسوط اردو، ہندی، انگریزی لغت ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر رؤف پاریکھ اپنی تصنیف ''لغت نویسی اور لغات، روایت اور تجزیہ'' میں لغت کے مسائل کے بارے میں لکھتے ہیں:

> '' ہندوستانی عالموں میں اردو لغت نویسی میں اولیت کا شرف عبدالواسع ہانسوی کو حاصل ہے۔ جس نے اورنگزیب عالمگیر کے آخری دور میں طالب علموں کے لیے ایک مختصر لغت لکھا۔ اس کے بعد مشہور عالم خان آرزو نے اس کی تصحیح کر کے 'نوادرالالفاظ' کے نام سے ۱۷۵۱ء میں مرتب کی۔ دونوں لغات کی تشریح فارسی میں کی گئی۔''(۱)

گذشتہ سو سال میں لغت نویسی ایک باقاعدہ علم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس سلسلے میں انگریزی زبان کے دو خاندان میری مراد آکسفورڈ ڈکشنری اور دوسری امریکی وبسٹر تھرڈ انٹرنیشنل ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری والے اپنی لغت کو ایک خالص لغت کے طور پر پیش کرتے ہیں، جب کہ وبسٹر کی حیثیت محض قاموس کی سی ہے۔ لغت قاموس نگاری کے ایسے اجزا فراہم کرتی ہے جس کی ایک جدید ذہن یا قاری کو ضرورت ہوتی ہے۔ اسی صدی میں توضیحی لسانیات نے حیرت انگیز ترقی کی ہے جس سے لغت نویسی بھی متاثر ہوئی۔ خاص طور پر لفظ اور معانی کی تعریفات اور مباحث کے مسائل، توضیحی لسانیات میں قواعدی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لغت نویسی دراصل علم لغت کی عملی شکل ہے جس کے نمونے آکسفورڈ جیسے خاندان میں متعین ہو چکے ہیں۔ ان نمونوں میں اپنے ڈول کے اعتبار سے ضروری تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں۔ مثلاً اردو لغت میں محاورات کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہو گی لیکن ان کے بنیادی چوکھٹے تیار کیے گئے ہیں، ان کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ مالک رام لکھتے ہیں:

''اردو میں آج بھی یہ روایت رائج ہے کہ الفاظ کے معانی کی سند میں شعرا کا کلام پیش کیا جاتا رہا ہے۔ یہ طریقہ ناکافی اور ناقص تھا، زبان میں ہزارہا ایسے الفاظ ہیں، جو شعرا نے اپنے کلام میں استعمال نہیں کیے۔ کیا ان کی صحت مشکوک ہوگئی؟ کیا اس سے ان کے مفہوم یا معنی کے تعین میں کوئی دشواری پیش آئی ؟ دونوں سوالوں کے جواب نفی میں ہیں۔ بارے اب احساس ہو چلا ہے کہ اسناد میں شعرا کے علاوہ نثر نگاروں کا کلام بھی پیش کرنا چاہیے۔''(۲)

ان مسائل کے ساتھ ہی املا کا مسئلہ ہنوز حل طلب ہے۔ املا کے اعتبار سے جس قدر انتشار اردو زبان میں ملتا ہے اس کی نظیر کہیں اور ملنا دشوار ہے۔ املا کے ارتقا کے ابتدائی مدارج میں خط نسخ اختیار کیا گیا ہے۔ شمالی ہند میں نستعلیق کا استعمال زیادہ رہا چونکہ اس کے حروف تہجی کا مکمل طور پر تعین نہیں ہو سکا۔ اس لیے آج بھی بہت سے الفاظ مختلف املا سے لکھے جاتے ہیں۔

رؤف پاریکھ اپنی تصنیف ''لغت نویسی اور لغات'' (روایت اور تجزیہ) میں املا کی وضاحت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''عربی زبان کی صورت اب تک ایک حرف وصوت پر قائم ہے۔ دکن کا منبع کبھی ع ملتا ہے اور کبھی الف میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ قدیم اردو میں درمیانی مخلوط آوازیں اپنی ماہیت کھو دیتی ہیں اور اس طرح ان کا اندراج ملتا ہے۔''(۳)

لغت میں املا جدید ہو یا روایتی اس کا حل بھی بین بین نکالنا ہوگا۔ کیا املا کمیٹی کی سفارشات پر من و عن عمل کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں متقابل حوالوں کی اس قدر بہتات ہو جائے گی کہ اردو لغت کو دیکھنے والا لفظوں کے چکر میں پڑ جائے گا اور وہ تذبذب کی کیفیت میں رہے گا۔ ابھی تک نہ تو لسانی کتب تیار ہوئی ہیں اور نہ ہماری عام کتب اور صحافت میں ان کا التزام کیا گیا ہے۔ اردو املا پہلے کاتبوں کے ہیر پھیر میں تھی تو اب نیم خواندہ ٹائپسٹوں اور کمپوزروں کے رحم وکرم پر ہے۔

لغت کا اصلی کام معنی کا تعین ہے۔ معنی کے کیا معنی ہیں، جہاں تک لغت کا تعلق ہے اس کے معنی کے تعین کا طریقہ خاصہ طے شدہ ہے مثلاً لغت کے لفظ کی جہاں ضرورت ہے سب سے پہلے تعریف دینا چاہئے۔ اس لحاظ سے اردو لغات نہایت ناقص ہیں۔ ایک مثال لفظ ''دل'' کی ملاحظہ ہو:

''ایک صنوبری شکل کے اندرونی عضو کا نام قلب، من، کلیجہ، جگر ہے، سینے کے اندر

بائیں طرف پان کی شکل کے ایک عضو کا نام جو ہر وقت حرکت کرتا ہے اور تمام جسم میں
شریانوں کے ذریعے خون دوڑاتا ہے۔ اس کی حرکت رک جانے پر موت واقع ہو
جاتی ہے۔ پرانے زمانے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان سوچنے کا کام بھی اسی عضو
سے لیتا ہے۔'' (۴)

لفظ کے اندر اور املا کے فوراً بعد تعین تلفظ کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ قدیم لغات میں عام طور پر تلفظ عبارت میں ظاہر کر دیا جاتا ہے یعنی مفتوح، مضموم اور ساکن کہہ کر لفظ کے حروف کو باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح غلطی کا بہت کم احتمال ہوتا ہے لیکن اچھے اچھے قارئین کو تفہیم کے لیے یا تو حافظے پر زور دینا پڑتا ہے یا وہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

رؤف پارکھ ''اردو لغت نویسی میں تاریخ، مسائل اور مباحث'' میں رقمطراز ہیں:

''عبدالحق نے لغت کبیر میں ایک درمیانی شکل یہ نکالی ہے کہ الفاظ پر اعراب دیئے
جانے کی بجائے ان میں اجزائے حروف کو قوسین میں رکھ کر ان پر اعراب لگائے۔
قوسین میں کسی لفظ کی تقطیع حرف کی بنیاد پر نہیں رکن تہجی کی بنیاد پر ہوئی چاہیے اور ہر
رکن پر مناسب اعراب کا لگانا ضروری ہے۔'' (۵)

اردو حروف تہجی کے اس لغت خوان کو طے کرنے کے بعد اگلا مسئلہ انتخاب اندراجات لغت کا ہے۔ اندراجات کا دارومدار اس پر ہوگا کہ لغت نویس کے سامنے مقصد کیا ہے۔ وہ کس طبقے کے لوگوں کے لیے لغت تیار کر رہا ہے۔ اس پر مزید بحث کرتے ہوئے تحریر پرداز ہیں:

''عام طور پر لغت کا ناقد یہ بات بھول جاتا ہے کہ وہ پیشِ نظر لغت کو کس معیار سے
جانچ رہا ہے۔ عبدالحق نے اپنے لغتِ کبیر کے دیباچے میں لکھا ہے کہ اردو کے ایک
مکمل لغت کی ضرورت ہے۔ شمس الرحمان فاروقی لکھتے ہیں یہ امر واقعہ ہے کہ لغت کی
بیسیوں اقسام میں مکمل لغت کی کوئی قسم درج نہیں ہوتی یا نہیں ملتی یا عام زبان کی لغت یا
جزل ڈکشنری کی تعریف ضرور ملتی ہے۔'' (۶)

ان لغات کو عام زبان کی لغات اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انگریزی ہو، فرانسیسی یا روسی، مجموعی طور پر ان کے الفاظ سے بحث ہوتی ہے۔ یہ الفاظ کی وہ قسم ہے جس کا استعمال ہم سب سے زیادہ کرتے ہیں اور جسے ہم لغت یا ڈکشنری عام کے نام سے پہچانتے ہیں۔

اردو لغت نویس کا پہلا واسطہ زبان کے حروف تہجی سے پڑتا ہے جو ترتیب لغت میں بنیاد کا حکم رکھتے ہیں۔ چونکہ اردو رسم الخط عربی، فارسی رسم الخط کی توسیعی شکل ہے اس لیے جب ان کا جامع حرف ہند آریائی کی مخصوص آوازوں کی قامت پر چست کیا گیا تو کئی دقتیں سامنے آئیں اور یہیں سے املائی تجربات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا جو تاحال جاری ہے۔

رؤف پارکھ اپنی تصنیف ''اردو لغت نویسی، تاریخ مسائل اور مباحث'' میں حروف تہجی کے مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''سب سے پہلا ہمارا مصنف اور کاتب ہندی آوازوں ٹ، ڈ، ڑ سے دوچار ہوا۔ ابتدا میں کبھی تین یا چار لفظ اور کسی ایک یا دو لکیروں کو اعلیٰ ترتیب وار، تیر بنا کر نمایاں کیا گیا لیکن جب فورٹ ولیم کالج سے حروف کے ذریعے طباعت کا کام طے ہوا اور تجربے سے علم ہوا کہ ان حروف پر لگے ہوئے تین چار نقطے خلا میں جاتے ہیں۔'' (۷)

اردو لغات کا سب سے کمزور حصہ علم حرف و اشتقاق رہا ہے۔ ہمارے لغت نویسوں میں کوئی بھی علم حرف و لسانیات کی تکنیک سے واقفیت نہیں رکھتا جو جدید لغت نویسی کے لیے درکار ہے۔ فیلن کے اسسٹنٹ کے طور پر داناپور (بہار) میں چھے سال کام کرنے کی وجہ سے مؤلف فرہنگ آصفیہ کو اس کی شدبد ہوگئی۔ اس لیے انھوں نے اپنی فرہنگ کے مقدمہ میں ہندی الفاظ کی اہمیت سنسکرت اور قدیم ایرانی سے جو رشتہ جوڑا ہے اس کا ذکر کیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں:

> ''اردو لغت نگاروں نے اس بات میں ع، ف، س کے رموز سے صرف ماخذ زبانوں، عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت اور انگریزی کی نشاندہی تو کر دی ہے لیکن اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔'' (۸)

اشتقاقیات کو پہلی بار اردو لغت میں بڑے پیمانے پر شامل کرتے ہوئے اس وقت احساس ہوا کہ جب سنسکرت اور عربی کے محاوروں اور اشتقاقیات پر تفصیلی کام ہو چکا ہے۔

کسی بھی زبان کے لغت نویس کو تالیف میں کئی مسائل درپیش آتے ہیں۔ پہلی قسم کے مسائل جو لغت نویس کو تالیف لغت میں پیش آتے ہیں، ان کا تعلق فن لغت نویسی کے اصولوں سے ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرے مسائل کا تعلق زبان کی خصوصیات سے ہے۔ ایسے مسائل مختلف زبانوں میں مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ تالیف لغت میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ الفاظ کو کن بنیادوں پر جمع کیا جائے۔ مثلاً منتخب الفاظ ہی لغت میں لیے جائیں یا کسی زبان کے پورے سرمائے کو لغت میں شامل کیا جائے جس کے متعلق یہ خیال ہو کہ ان کے معنی مشہور نہیں۔ انگلستان اور یورپ

میں جو لغت تالیف ہوتے ہیں ان میں موخر الذکر اصول پیش نظر رہا، مگر بعد میں یہ اصول ترک کر دیا گیا اور مناسب یہ سمجھا گیا کہ لغت میں زبان کے پورے لفظی سرمائے کو سمیٹ لیا جائے۔ آج بھی بعض ماہرین لغت نویسوں کا خیال ہے کہ عام فہم الفاظ لغت میں شامل نہ کیے جائیں مگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ زبان کے سارے الفاظ لغت میں آجائیں، اس سے لغت کا حجم بڑھ جائے گا اور لغت کی قیمت عام آدمی کی قوت خرید سے باہر ہوگی۔

زبان کے جامع لغت میں زبان کے سارے لفظی سرمائے کو جگہ ملنی چاہیے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ لغت میں صرف وہی الفاظ شامل کیے جائیں جس زبان کا لغت لکھا جا رہا ہو یا دوسری زبان کے وہ الفاظ لیے جائیں جو اس زبان میں مروج ہوں۔ انگلستان میں ایک تحریک اٹھی کہ انگریزی کو خالص زبان کا رتبہ دینے کے لیے مستند لغت ترتیب دیا جائے۔ یہ عظیم ذمہ داری جانسن کو سونپی گئی۔ جانسن نے انگلش ڈکشنری کی ترتیب کا بیڑا اٹھایا۔ اس عظیم تجربے کے دوران میں محسوس کیا گیا کہ ایک زندہ زبان اپنے ارتقا کے دوران دوسری زبانوں سے فیض حاصل کرتی ہے اور ایسا اکتساب زبان کے ارتقا کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زبان کو خالص اور اچھوتا بنانے کا رجحان غیر حقیقت پسندانہ ہی نہیں بلکہ ضرر رساں بھی ہے۔ اس لیے لغت نویس کو چاہیے کہ وہ غیر زبانوں کے وہ الفاظ جو زبان میں مروج ہوں اسے لغت میں جگہ دے۔ رؤف پارکھ اپنی تصنیف ''اردو لغات اصول اور تنقید'' میں تالیف لغت کی ترتیب کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''تالیف لغت میں دوسرا اہم مرحلہ یہ ہے کہ الفاظ کن بنیادوں پر ترتیب دیے جائیں۔ مثلاً حروف تہجی کے لحاظ سے، الفاظ کے ماخذ یا مادوں کے لحاظ سے، موضوع کے لحاظ سے، جس طرح من میں آئے، بغیر کسی ترتیب کے الفاظ لغت میں اکٹھے کر لیے جائیں۔ عموماً لغت میں الفاظ کی ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ عام آدمی کے لیے معنی تلاش کرنے کے لیے یہ بہت ہی آسان طریقہ ہے۔ بعض ماہرین لسانیات کا اصرار ہے کہ الفاظ ان کے ماخذوں کے لحاظ ترتیب دیے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ ماہرین لسانیات کے لیے الفاظ کی اس قسم کی ترتیب سے کافی سہولتیں پیدا ہو جائیں گی مگر عام آدمی کے لیے یہ ترتیب زیادہ مفید نہیں۔ بعض اوقات الفاظ بلحاظ موضوع بھی جمع کیے جائیں، انگریزی میں اس قسم کا مشہور لغت ''Rogets Thesaurs'' اور اردو میں ''خزائن ادب'' ہے۔ باوجود اپنی افادیت کے الفاظ کی اس قسم کی ترتیب سے کئی اور الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک ہی لفظ ایک سے زیادہ

موضوعات سے متعلق ہو سکتا ہے۔ یا ایک لفظ ایک معنوں، ایک موضوع میں دوسرے
موضوع سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اسی صورت میں ایک ہی لفظ کے معنی کئی مرتبہ لکھنے
ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ عام آدمی لفظ کا موضوع پہچاننے میں بھی
غلطی کرے۔'' (۹)

اسی طرح یہ اصول تضیع اوقات کا باعث ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اس اصول کی افادیت سے انکار نہیں کہ ایک عام لغت میں الفاظ کی اس قسم کی ترتیب زیادہ مفید نہیں۔ اس کے بعد کا مرحلہ الفاظ کے معنی اور تعریف لکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ لغت نویس کے لیے یہ بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ لفظ کے معنی لکھتے وقت اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ جیسے لفظ پانی کے معنی مائع اور لفظ مائع کے پانی لکھنا۔ ظاہر ہے پانی بھی ایک مائع ہے مگر ہر مائع پانی نہیں ہوتا کیونکہ پانی کے علاوہ بھی کئی مائع ہوتے ہیں۔ غرض الفاظ کے معنی لکھتے وقت حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اہل زبان جس طرح لفظ استعمال کرتے ہیں اور جن معنوں میں کرتے ہیں، یہ تفصیلات بھی لغت میں شامل ہونی چاہئیں۔ لفظ کے معنوں کے ساتھ لفظ کے عام محاورات اور مرکبات مدون کیے جائیں اگر لفظ بدل گیا تو ان تفصیلات کا تذکرہ ضروری ہے اس سلسلے میں لغت نویس کا فرض ہے کہ وہ لفظ کے معنوں کے حدود کا خیال ہی نہ رکھے بلکہ لفظ کے (ALL SHADES OF MEANING) بھی لکھے جائیں اور ساتھ ہی لفظ کے معنی میں تغیر و تبدل وغیرہ لغت میں اس طرح شامل ہوں کہ اس کے پڑھنے سے لفظ کے معنی کی پوری تاریخ سامنے آ جائے۔ بعض اوقات ایک لفظ کے معنی کچھ ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی کچھ اور۔ اس طرح ایک لفظ عام بول چال میں کچھ معنی میں برتا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس وہی لفظ سوسائٹی میں کسی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ان تمام معنوی پہلوؤں کو نمایاں کرنا لغت نویس کے لیے ضروری ہے۔ لغت میں لفظ کی تلاش کے علاوہ دوسری معلومات بھی مہیا کی جاتی ہیں۔ مثلاً لفظ کا ماخذ وغیرہ۔ لغت نویس کو یہ بھی جاننا پڑتا ہے کہ لفظ کس زبان سے اور کب داخل ہوا۔ اس کی ساخت کیا تھی اور اس میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ماہرین لسانیات کے لیے ایسی معلومات مفید ثابت ہوئیں۔

رؤف پاریکھ اپنی تصنیف ''اردو لغات اصول اور تنقید'' میں تلفظ کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''لغت میں الفاظ کا تلفظ لکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ صرف تلفظ لکھنا ہی کافی نہیں
بلکہ لفظ کے تلفظ کی پوری تاریخ سمیٹ لینی چاہئے، یہ صراحت ضروری ہے کہ لفظ کا
تلفظ پہلے کیا تھا اور ہر دور میں اس میں کیا تبدیلیاں ہوئیں وغیرہ۔ ایک اچھا لغت
زبان کی گرائمر کے لیے مدد و معاون ہوتا ہے۔ زبان کی قواعد کے لحاظ سے لفظ کی نوع

لکھنا ضروری ہے۔ یہی نہیں بلکہ لغت میں لفظ کی پوری گرائمر شامل رہنی چاہئے۔ مثلاً لفظ اسم ہے یا فعل ہے یا حرف اور اگر اسم ہے تو اس کی جنس واحد ہے یا جمع قسم وغیرہ لکھنا چاہیے اور فعل ہے تو زمانہ، اور اس کی قسم کیا ہے؟ کی وضاحت ضروری ہے اور اگر حرف ہے تو اس کی قسم لکھی جائے۔ اسی طرح صفت وغیرہ کے متعلق بھی اس قسم کی تصریح ضروری ہے۔"(۱۰)

تالیف لغت کے متعلق یہ طے کر لینا چاہئے کہ لغت کس طبقے کے لیے لکھا جا رہا ہے۔ آیا عام آدمی کے لیے کسی مقصد کے طبقہ کے لیے یا طالب علم کے لیے یا ماہر لسانیات، لغت کی ترتیب کے وقت یہ خیال رکھا جائے جس طبقہ کے لیے لغت لکھا جا رہا ہے۔ اس میں اس طبقے کی ضرورتوں اور دلچسپیوں کے مطابق معلومات فراہم کی جائیں مگر زبان کے عام مبسوط اور مستند لغت میں ہر قسم کی معلومات یک جا ہونی چاہئیں۔ لغت کئی قسم کے ہوتے ہیں، جیسے بول چال کی زبان کے لغت، ادبی زبان کی لغت، پیشہ وروں کی زبان کے لغت، مخصوص علاقے کی بول چال اور روزمرہ لغت، بازاری زبان کے لغت، اردو میں ان میں کچھ قسم کے لغت ملتے ہیں۔ مثلاً لغات النسا اور اصطلاحاتِ پیشہ وراں وغیرہ۔ لیکن بعض تکنیکی قسم کے لغت اردو میں ابھی تک نہیں لکھے گئے۔ لغت کئی قسم کے ہوتے ہیں اور اس کی تقسیم کئی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ جیسے بلحاظ لغت، بلحاظ موضوع، اس کے علاوہ ایک زبان، ذوالسانین، یا سہ زبانی ہوسکتا ہے بلکہ بیک وقت کئی زبانوں کا ہوسکتا ہے۔ اردو میں کئی ذوالسانین لغت تالیف ہوئے جیسے اردو تلنگی، اردو ہندی، اردو سندھی، اردو، فارسی، اردو انگریزی اور انگریزی اردو وغیرہ۔ موضوع کے لحاظ سے بھی لغت کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسے علم الاصنام کے لغت، اصطلاحات کے لغت وغیرہ۔ علوم کے لغت میں اصطلاحات کی تعریف درج ہوتی ہے۔ جیسے اصطلاحات بینکاری وغیرہ۔ اردو کی زبان کی خصوصیات میں لغت نویسی کے مخصوص مسائل کا جائزہ لینا ہے۔ سب سے پہلے لغت نویس کو الفاظ کا دائرۂ انتخاب متعین کر لینا چاہیے۔ لغت نویس اردو زبان کو شعر اور اس کی زبان تصور کرتے ہیں بلکہ زیادہ تر غزل کی زبان سمجھتے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ بول چال کی زبان کے ساتھ ساتھ دیسی الفاظ کے وجود کا احساس بھی شدت اختیار کرنے لگا۔

فرہنگ آصفیہ اور اس سے پہلے لغات کے تقابلی جائزے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو زبان کو دہلی اور لکھنو سے متعلق سمجھا گیا۔ اس کے علاوہ لغت نویس کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اردو زبان صرف دہلی اور لکھنو کی زبان نہیں بلکہ دیش کے ہر خطے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ گجرات میں یہ گجری کہلاتی ہے اور دکن آ کر دکنی کہلاتی ہے اور خاص کر دکن میں یہ زبان ادبی روپ دھارتی ہے۔ مگر ہمارے لغت نویس اس زبان کو بالکل فراموش کر جاتے ہیں کہ دکن کو کسی لغت نویس نے منہ تک نہیں لگایا۔ جبکہ اردو کے انگریز لغت نویس اس میدان

میں بھی آگے نکل گئے ہیں۔ عرصہ دراز تک دکنی ادب تاریخ کے دھندلکوں میں چھپا رہا مگر آج تو اس حقیقت سے انکار کی گنجائش ممکن نہیں۔ اس لیے ہمارے لغت نویسوں کو اپنے الفاظ کا دائرہ انتخاب وسیع کر لینا چاہیے۔ اتنا وسیع کہ دیش کے ہر خطے میں بولی جانے والی اردو عام بول چال کی زبان مختلف پیشہ وروں کی بولیاں، اصطلاحیں، زبان پر علاقائی اور طبقاتی اثرات کی لغت میں مکمل نمائندگی ضروری ہے۔

رؤف پاریکھ اپنی تصنیف ''اردو لغات اصول اور تنقید'' میں زبان کے عام اور جامع لغت میں زبان میں مستعمل اسمائے مصرفہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''زبان کے عام اور جامع لغت میں زبان میں مستعمل اسمائے مصرفہ، علمی اصطلاحات، جغرافیائی، تاریخی، سائنسی، صنعتی اور دیگر علوم وفنون سے متعلق الفاظ و اصطلاحات شامل رہنے چاہئیں۔ ابھی تک اردو لغت میں یہ الفاظ و اصطلاحات جگہ نہ پا سکے۔ مثال کے طور پر آپ ایک لفظ معاشیات لیجئے کہ کتنے لغت نویس نے اس لفظ کو اپنے لغت میں شامل کیا، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ اردو لغت نویس اب تک اردو کو صرف علم و ادب کی زبان سمجھتے رہے، علم کی نہیں۔ اردو میں کئی علوم کی کتابیں ترجمہ ہوئیں اور ایک عرصہ تک جامعہ عثمانیہ میں جدید علوم اور سائنس پڑھانے کے لیے ذریعۂ تعلیم اردو رہا۔ مگر اب تک ہمارے لغت نویس اس روشن حقیقت کی طرف سے آنکھ بند کیے رہے۔ آنے والے لغت نویسوں کو اس کمی کو پورا کرنا ہے۔ اردو لغت نویسی میں الفاظ کے تلفظ لکھنے کے متعلق سے ابھی تک اصول متعین نہیں کیے جا سکے اکثر لغت نویس الفاظ کے تلفظ پر بہت کم دھیان دیتے ہیں۔ (۱۱)

''اور شیشہ ہوں مگر ایسا کہ چکنا چور ہوں'' سیاق وسباق کے حوالے سے ان دونوں الفاظ کے تلفظ کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ یہ لفظ لکھنا لغت نویس کے لیے مشکل ہے۔ بعض اوقات تلفظ پر نقطے لگانے کا رواج بھی غلط اثر انداز ہوتا ہے۔ جیسے ایک لفظ رجحان ہے (رُج۔حان) اس کو (رُح۔جان) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اکثر لوگ اس کے تلفظ کے ادا کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ دکنی میں بعض صوتیے ایسے ملتے ہیں جن کے لیے ابھی حروف وضع نہیں ہوئے۔ دکنی زبان میں تنفس آواز ادا کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں دو مشکلیں پیش آئیں ایک تو یہ کہ اردو زبان کے حروف تہجی میں ضروری ترمیم واصلاح کی جائے تا کہ زبان میں مروج پورے صوتیے ان حروف سے ادا ہو سکیں۔

دوسرا مسئلہ ان صوتیوں کو لغت میں لکھنے کے لیے ایسے اصول منضبط کیے جائیں جن کی وجہ سے لفظ کا تلفظ صحیح ادا ہو سکے۔ لغت میں ان اصولوں کی وضاحت کردی جائے تاکہ لغت استعمال کرنے والوں کے لیے آسانی ہو۔ چاہے لغت استعمال کرنے والے اہل زبان ہوں یا نہ ہوں یا غیر اہل زبان، کسی کے لیے شک کی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب بھی تلفظ کے بارے میں کوئی شک یا اختلاف پیدا ہو لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

بعض دستوری مسائل:

لغات قواعد کے سارے مسائل کا احاطہ نہیں کرتے۔ اس کا دائرۂ عمل اسم، فعل، حرف، واحد، جمع، تذکیر و تانیث وغیرہ کے تعین تک محدود ہوتا ہے۔ مگر اس معاملے میں اردو پر عربی و فارسی اثرات نے دشواری پیدا کردی ہے۔ چونکہ اکثر مسائل کی توضیح قواعد کی کتابوں میں ہو چکی ہے اس لیے لغت نویس کو زیادہ دشواری کا سامنا نہیں ہوتا۔ یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ عربی میں مفعول، فاعل، تذکیر و تانیث وغیرہ امور میں صفت اور موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ بے جان اسم تذکیر و تانیث کے اصول کا پابند ہے پس صفت بھی اس کے تابع ہوتی ہے۔ بے جان اسم جمع کی حالت میں مؤنث ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں صفت کو بھی مؤنث بننا پڑتا ہے۔ اسی اصول کے تحت امور خارجہ، نفس ناطقہ، علوم اسلامیہ، تمادتہ ثانیہ، قوۃ دافعیہ وغیرہ آجاتے ہیں۔ لفظ کتب عربی میں مذکر ہے، اس بنا پر اس کے ساتھ صفت بھی مذکر آئے گی۔ مثلاً کتاب عالیہ لیکن جمع کی صورت میں کتب علایہ کی ترکیب درست ہوگی۔ بہر حال عربی زبان کا یہ قاعدہ فارسی اور اردو دونوں میں یکساں رائج ہے۔

قواعد کی کتابوں سے رہنمائی کے باوجود اس سلسلے میں بعض مسائل کا تعلق لغت سے بھی باقی رہتا ہے۔ فارسی اور اردو میں عربی جمع کے قاعدے اتنے عام ہو گئے ہیں کہ کچھ لفظوں میں ان کا استعمال ہونے لگا ہے، جیسے فرمودات، زمینات، گزارشات، باغات وغیرہ۔ ان کے متعلق لغت سے ہدایت کی بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے۔

رؤف پاریکھ اپنی تصنیف ''اردو لغت نویسی، تاریخ، مسائل اور مباحث'' میں لسانی ماخذ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''اردو میں عربی و فارسی اور سنسکرت کے علاوہ کافی الفاظ ترکی کے بھی شامل ہیں۔ اول تو یہ بتانا ہے کہ یہ لفظ کس زبان کا ہے، آسان کام نہیں۔ عربی و فارسی کے الفاظ کے درمیان تمیز کرنے میں بسا اوقات سخت دشواری کا سامنا ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ مشکل کام لفظ کا پتا چلانا ہے۔ عربی زبان سے جو الفاظ ماخذ ہیں اکثر حالتوں میں ان کے مادے کا تعین آسان ہوتا ہے۔'' (۱۲)

سنسکرت سے جو الفاظ آئے ہیں ان میں بھی کسی قدر آسانی ہوتی ہے۔ اس سے سنسکرت کی قواعد کے اصول وضوابط نہایت پختگی سے منضبط اور لغت کے مسائل بڑی حد تک حل ہو چکے ہیں۔ اس لیے اردو میں مستعمل الفاظ کی اصل کا پتہ چلانا ممکن ہے مگر فارسی کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے۔ اس زبان میں عربی کے الفاظ کے ماسوا جو فارسی کے اپنے الفاظ ہیں ان میں سے اکثر کی اصل نامعلوم ہے۔ اس کی دو بڑی وجوہ ہیں، اول ایران کی قدیم زبانوں یعنی اوستا، فارسی، باستان، دوسری باستان اور پہلوی وغیرہ کا بیشتر حصہ ادبی سرمایہ دست بردِ زمانہ کی نذر ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو لغت نویسی، تاریخ، مسائل، مباحث'' اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰، ص ٦٦

۲۔ مالک رام، لغت نویسی کے مسائل، مشمولہ لغت نویسی کے مسائل، مرتبہ گوپی چند نارنگ، نئی دہلی: ماہنامہ کتاب نما، جامعہ نگر، ستمبر ۱۹۸۵ء، ص ۱۴

۳۔ رؤف پاریکھ، اردو لغت نویسی تاریخ، مسائل اور مباحث، مرتب اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء

۴۔ ایضاً، ص ۲۷

۵۔ عبدالحق، مرتب، رؤف پاریکھ، ''املا کے مسائل'' اردو لغت نویسی، مسائل، مباحث، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰، ص ۲۴

٦۔ ایضاً، ص ۲۴

۷۔ رؤف پاریکھ، مرتب، ''لغت نویسی کی روایت اور تجزیہ''، حروف تہجی کے مسائل، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء ص ۳۱۷

۸۔ ایضاً، ص ۳۱۷

۹۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، ''اردو لغات اصول اور تنقید'' کراچی، فضلی بک سپر مارکیٹ، ۲۰۱۴، ص ۴۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۴٦

۱۱۔ ایضاً، ص ۵۰

۱۲۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، ''اردو لغت نویسی، تاریخ، مسائل، مباحث''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰، ص ۳۴٦